Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4، شمارہ:4، 2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

ڈیجیٹل نو آبادیات اور اردو ادب: سوشل میڈیا دور میں لسانی و فکری مزاحمت کا تجزیہ

Digital Colonialism and Urdu Literature: A Critical Analysis of Linguistic and Intellectual Resistance in the Social Media Age

Dr. Syed Zahid Hussain Kazmi
Vice Principal
Islamabad Model College for Boys St-17 I-10/1, Islamabad
zahidkazmihsp@gmail.com

ڈاکٹر سید زاہد حسین کاظمی
وائس پرنسپل اسلام آباد ماڈل کالج برائے طلباء سٹریٹ
17 آئی ٹین ون، اسلام آباد

Abstract

In the twenty-first century, digital colonialism has assumed new linguistic and intellectual dimensions, as global powers like Google and Meta perpetuate colonial narratives through data and algorithms. Urdu literature, rooted in its long tradition of resistance, continues to confront these challenges. In the past, thinkers like Hali, Shibli, and Iqbal stood against imperial dominance, and today this legacy is carried forward through the preservation of the Urdu script, the rise of online libraries, blogs, and social media platforms. Despite the promotion of Roman script and the preference given to colonial languages, Urdu literature, with its creative vitality, not only fights for survival but also shapes an alternative cultural and intellectual narrative.

Keywords: *Digital Colonialism, Linguistic Imperialism, Urdu Literature, Colonial Narratives, Data and Algorithms, Cultural Resistance, Urdu Script Preservation, Roman Script Dominance, Online Literary Platforms, Intellectual Decolonization, Postcolonial Discourse.*

کلیدی الفاظ: ڈیجیٹل استعماریت، لسانی سامراجیت، اردو ادب، نو آبادیاتی بیانیہ، ڈیٹا اور الگورتھم، ثقافتی مزاحمت، اردو رسم الخط کا تحفظ، رومن رسم الخط کی بالادستی، آن لائن ادبی پلیٹ فارمز، فکری نو آبادیات سے نجات، مابعد نو آبادیاتی مباحث

دنیا کی تاریخ میں نو آبادیات (Colonialism) ہمیشہ ایک ایسی طاقت رہی ہے جس نے صرف زمینوں اور وسائل پر قبضہ نہیں کیا بلکہ زبانوں، ثقافتوں اور فکری بنیادوں کو بھی اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے میں کافی حد تک کامیاب رہی۔ برطانوی استعمار نے محض سیاسی و معاشی تسلط ہی قائم نہیں کیا بلکہ مقامی زبانوں کو بھی کمزور کر کے اپنی زبان کو "طاقت" اور "ترقی" کی علامت بنایا۔ "اردو"، "فارسی"، "عربی" زبانیں جو صدیوں کی تہذیبی اور ادبی روایت کی حامل تھیں لیکن وہ ایک دور میں سرکاری و تعلیمی سطح پر مسلسل دباؤ کا شکار رہیں۔ برطانوی استعمار نے اپنے دور میں زبان کو اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ طاقت اور اقتدار کا ہتھیار بنا دیا۔ انگریزوں نے انگریزی کو سرکاری و تعلیمی سطح پر ترقی اور ملازمت کی علامت قرار دے کر اردو اور دیگر مقامی زبانوں کو بتدریج پس منظر میں دھکیل دیا۔ 1835ء میں میکالے کی پالیسی نے اس عمل کو تقویت دی اور "انگریزی" کو برصغیر میں ذریعہ تعلیم اور عدالتوں و دفاتر میں مروج کر دیا۔ اس کے نتیجے میں صدیوں سے مروج "فارسی" اور "عربی" زبانوں کو دیس نکالا ملا اور اس طرح اردو کا بھی ادارہ جاتی کردار کمزور ہوا اور اسے صرف عوامی و ادبی دائرے تک محدود کر دیا گیا۔ بعد ازاں اردو اور ہندی تنازع نے لسانی و مذہبی تقسیم کو بڑھا کر اردو کو ایک خاص گروہ تک محدود کر دیا۔ جس سے اس کے وقار اور ہمہ گیریت کو شدید نقصان پہنچا۔ لارڈ میکالے

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

(Thomas Babington Macaulay) نے 2 فروری 1835ء کو "Minute on Indian Education" میں ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے نفاذ کے حق میں دلائل دیے تھے۔ اس میں اُس کا سب سے مشہور اقتباس یہ ہے:

> "We must at present do our best to form a class who may be interpreters between us and the millions whom we govern; a class of persons, Indian in blood and colour, but English in tastes, in opinions, in morals and in intellect."
>
> "ہمیں اس وقت اپنی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ایک ایسا طبقہ تیار ہو جو ہمارے اور اُن لاکھوں انسانوں کے درمیان ترجمان بن سکے جن پر ہم حکمرانی کرتے ہیں؛ ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگت میں تو ہندوستانی ہو مگر ذوق، رائے، اخلاق اور عقل و فہم میں انگریز ہو۔" (1)

نو آبادیات سے قبل برصغیر میں تعلیمی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ ایک متوازن اور روایتی صورت میں موجود تھا۔ مدارس اور مکتب نہ صرف مذہبی علوم بلکہ فلسفہ، منطق، طب، ریاضی اور ادب کی تدریس کرتے تھے اور یہ نظام زیادہ تر سماجی و مذہبی اداروں اور مقامی حکمرانوں کی سرپرستی سے چلتا تھا۔ معیشت زراعت، دستکاری اور تجارت پر مبنی تھی۔ کپاس، ریشم اور مصالحہ جات دنیا بھر میں برآمد کیے جاتے تھے جبکہ کپڑا سازی اور دھات کاری مقامی صنعت کی بنیاد تھیں کیونکہ ان کے لیے خام مال مقامی سطح پر دستیاب تھا۔ سماجی سطح پر ذات پات اور پیشہ ورانہ تقسیم موجود تھی لیکن اس کے باوجود حسن ظن موجود تھا کیونکہ ان کے درمیان خاندانی اور برادری نظام کی بنیاد پر تعاون اور رواداری قائم تھی۔ پنجاب میں سکھوں کی حکومت (1799ء تا 1849ء) کے دوران بھی یہی بنیادی ڈھانچہ برقرار رہا۔ تعلیمی مراکز میں مکتب، مدارس، گردوارے، مندر اور دھرم شالہ شامل تھے جہاں مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو اپنی اپنی مذہبی اور لسانی تعلیم دی جاتی تھی اس وقت ایک رواداری کا ماحول تھا۔ معیشت زراعت اور دستکاری پر استوار تھی۔ گندم، کپاس اور گنا اہم پیداوار تھے جبکہ کپڑا بُنائی، چمڑے اور دھات کی صنعتیں تجارتی سرگرمیوں کو سہارا دیتی تھیں۔ لاہور اور امرتسر جیسے شہر فعال منڈیاں تھے۔ معاشرتی سطح پر ذات پات اور برادری نظام غالب تھا لیکن دیہی زندگی میں باہمی تعاون اور سادگی نمایاں رہی۔ نو آبادیاتی تسلط سے پہلے برصغیر بالعموم اور پنجاب بالخصوص اپنے روایتی تعلیمی، معاشی اور سماجی ڈھانچے کے ذریعے داخلی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اور ثقافتی و تہذیبی ہم آہنگی کا حامل تھا۔

بیسویں صدی میں جب نو آبادیاتی ریاستیں سیاسی طور پر آزاد ہوئیں تو انہوں نے جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت اور زبان، فکر اور شناخت کی آزادی کے لیے اقدامات کرنے شروع کر دیے۔ آزادی کے بعد استعمار زدہ کو داخلی خلفشار اور معاشی کمزوری جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ جس نے نہ سرحدوں کی حفاظت کو مشکل بنانے کے ساتھ اندرونی انتشار کو جنم دیا جس نے زبان، فکر اور قومی شناخت کے استحکام کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ استعمار کے چلے جانے کے بعد اسی تناظر میں نئی نو آبادیات (Neocolonialism) کا تصور سامنے آیا۔ جو استعماریت کی ایک نئی شکل ہے۔ اس میں طاقتور ممالک براہِ راست قبضے کے بجائے معاشی، سیاسی، فوجی اور ثقافتی دباؤ کے ذریعے کمزور ریاستوں کو اپنے اثر و رسوخ میں رکھتے ہیں۔ سرمایہ کاری، امداد، تجارتی معاہدے، عالمی ادارے، میڈیا اور نصاب کے ذریعے ان ممالک کی پالیسیوں کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ بظاہر آزادی کے باوجود اس طرح یہ ریاستیں حقیقی خود مختاری حاصل نہیں کر پاتیں اور آخر کار وہ طاقتور اقوام کے مفادات کے تابع ہی رہتی ہیں۔

کوامے نکرمہ لکھتے ہیں:

"Neo-colonialism is the worst form of imperialism. For those who practice it, it means power without responsibility; and for those who suffer from it, it means exploitation without redress."

"نو آبادیاتِ جدید سامراج کی بدترین صورت ہے۔ جو اس پر عمل پیرا ہیں اُن کے لیے یہ بغیر ذمہ داری کے طاقت ہے اور جو اس کا شکار ہیں اُن کے لیے یہ بے چارگی کے ساتھ استحصال ہے جس کا کوئی مداوا نہیں۔"(2)

یہ ایک ایسا شاطرانہ جال ہے جس کے چنگل سے بچ نکلنا انتہائی مشکل ہے کیونکہ یہ مختلف حوالوں سے ہمدردانہ طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے ترقی پذیر ممالک کی امداد کرتے ہیں اور بعد میں سود در سود میں جکڑ کر اس کی معیشت کو جکڑ لیتے ہیں اور اس کے بعد اپنی مرضی سے اپنا نظام مختلف طریقوں سے اس پر مسلط کرتے ہیں۔ اگر اقوام عالم میں جائزہ لیا جائے تو عصر حاضر میں بہت سارے ممالک اس کا شکار نظر آتے ہیں۔ اکیسویں صدی میں نو آبادیات کی صورت مزید پیچیدہ ہو چکی ہے۔ محققین اس دور کو ڈیجیٹل نو آبادیات (Digital Colonialism) قرار دیتے ہیں۔ جہاں طاقتور اقوام اور بڑی ٹیکنالوجی کی مالک کمپنیاں جیسے گوگل، میٹا (فیس بک)، ایمازون اور ایپل وغیرہ یہ کمپنیاں صرف ڈیٹا پر اجارہ داری قائم نہیں کرتیں بلکہ یہ بھی طے کرتی ہیں کہ دنیا کے لوگ کس زبان، رسم الخط اور فکری سانچے میں اظہار کریں گے۔ کیونکہ یہ کمپنیاں اپنی جدیدیت کے باعث مضروب ملکوں کی شناخت اور فکری ڈھانچے کو اس طرح ترتیب دیتی ہیں کہ وہ اس کے مرہون منت بن جائیں۔ اسی تناظر میں ڈیٹا کلونیلزم (Data Colonialism) کی اصطلاح سامنے آئی۔ جو اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ انسانی زندگی کا تقریباً ہر پہلو ڈیجیٹل مواد میں ڈھل رہا ہے اور اس پر بین الاقوامی کارپوریشنز کی اجارہ داری بڑھتی جا رہی ہے۔ ڈیٹا کلونیلزم (Data Colonialism) استعماریت کی جدید شکل ہے جس میں طاقتور ریاستیں اور ٹیکنالوجی کمپنیاں معاشروں اور افراد کا ذاتی و اجتماعی ڈیٹا اکٹھا کر کے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ یہ عمل اس حد تک قوی ہے کہ لوگوں کے رویے، عادات، گفتگو، خریداری اور روزمرہ فیصلے تک ریکارڈ کر کے انہیں تجارتی منافع، سیاسی اثر و رسوخ اور سماجی کنٹرول کے لیے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ یوں ڈیٹا آج کے دور کی نئی "دولت" کا وسیلہ اور طاقتور ہتھیار بن چکا ہے جس پر بڑی عالمی کمپنیاں اپنی اجارہ داری قائم کر کے ترقی پذیر معاشروں کے صارفین سے معلومات حاصل کرتی اور انہیں عالمی سرمایہ اور طاقت میں بدل دیتی ہیں۔ اس رجحان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نو آبادیات صرف فوجی یا معاشی قبضے تک محدود نہیں رہی بلکہ معلومات اور ڈیجیٹل کنٹرول کے ذریعے بھی اپنی نئی صورت میں متشکل ہے۔ نومی بیرن لکھتے ہیں:

"ڈیجیٹل میڈیا نے لکھنے اور پڑھنے کی نوعیت کو تبدیل کر دیا ہے۔ زبان کو اب تیز لچکدار اور ڈیجیٹل زندگی کی رفتار کے لیے جوابدہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ تبدیلی گرامر، الفاظ اور یہاں تک کہ ہمارے خیالات کی ساخت کو بھی متاثر کرتی ہے۔"(3)

اردو ادب ہمیشہ سے مزاحمتی روایت کا حامل رہا ہے۔ استعمار کے دور میں حالی، شبلی، اکبر الہ آبادی اور اقبال نے اپنی تحریروں کے ذریعے سامراج کے فکری و تہذیبی تسلط کو چیلنج کیا اور آزادی کے بعد بھی اردو ادب نے نئی نو آبادیاتی بیانیے پر سوال اٹھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اکیسویں صدی میں جب دنیا ڈیجیٹل نو آبادیاتی دور میں داخل ہوئی تو یہی مزاحمتی نئی روایت، نئے انداز میں بھرپور تیاری کے ساتھ سامنے آئی۔ سوشل میڈیا نے اردو ادب کو ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کیا جہاں لکھاری اپنی تخلیقات براہِ راست لاکھوں قارئین تک پہنچا سکتے ہیں اور زبان و فکر کی آزادی کے تحفظ کے لیے سرگرم ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ پلیٹ فارمز خود بھی نو آبادیاتی ڈھانچوں سے آزاد نہیں ہیں۔ بڑی ٹیکنالوجی کمپنیاں جیسے فیس بک (میٹا)، ٹوئٹر (ایکس)، گوگل، یوٹیوب اور انسٹاگرام سب مغربی دنیا کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ کمپنیاں صارفین کے ڈیٹا کو تجارتی و سیاسی مقاصد کے

لیے استعمال کرتی ہیں۔ ان کے الگورتھمز(Algorithms) طے کرتے ہیں کہ کس کو کیا مواد دکھایا جائے۔ مقامی تخلیق کاروں کے مواد کو کم جگہ اور وقت جبکہ مغربی بیانیے کو زیادہ جگہ دیتے ہیں۔ بظاہر یہ پلیٹ فارمز آزاد مکالمے کا ذریعہ ہونے کے باوجود ایک نئی قسم کی "ڈیجیٹل نوآبادیات" کو جنم دیتے ہیں۔ جہاں ترقی پذیر معاشروں کے صارفین ڈیٹا فراہم کرنے والے بن جاتے ہیں جبکہ طاقت اور منافع کا ارتکاز بدیسی کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ ڈیجیٹل نوآبادیات اور اردو ادب کا تعلق صرف لسانی یا فکری مسئلہ نہیں بلکہ ایک تہذیبی و نظریاتی جدوجہد ہے۔ اردو ادب آج بھی وہی کردار ادا کر رہا ہے جو ماضی میں کرتا آیا ہے۔ جس کا مقصد استعمار کے مختلف چہروں کے مقابلے میں شناخت کو زندہ رکھنا اور ایک متبادل بیانیہ فراہم کرنا ہے جو سوشل میڈیائی دور میں یہ جدوجہد لسانی و فکری مزاحمت کی نئی صورت میں ابھر رہی ہے جو اس تحقیقی مطالعے کا بنیادی محور و مرکز ہے۔ نازش محمود لکھتی ہیں:

> "Users in Pakistan who communicate in Urdu, Pashto, Sindhi, or other regional languages frequently experience misunderstandings or incorrect flagging of their posts. This restricts their capacity to articulate their thoughts, particularly regarding local matters openly... algorithms may not fully understand the context behind them."
>
> "پاکستان میں وہ صارفین جو اردو، پشتو، سندھی یا دیگر علاقائی زبانوں میں اظہار کرتے ہیں، اکثر ان کی تحریروں کو غلط معنوں میں لیا جاتا ہے یا بلاوجہ رپورٹ کر دیا جاتا ہے۔ اس عمل سے ان کی یہ صلاحیت محدود ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے خیالات کو بالخصوص مقامی معاملات کے بارے میں آزادی سے بیان کر سکیں۔۔۔ کیونکہ الگورتھم ان زبانوں کے پس منظر اور مفہوم کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔"[(4)]

اکیسویں صدی کے آغاز نے انسانی معاشرت میں ایک ایسے انقلابی دور کی بنیاد رکھی جسے "ڈیجیٹل انقلاب" نے انسانی روابط، ریاستی ڈھانچوں، معیشت اور ثقافت کو نئی جہت عطا کی۔ جس نے انسانی معاشرت میں ایک نئے انقلابی دور کی بنیاد رکھی۔ یہ امر اظہر من شمس ہے کہ ہر انقلاب اپنے ساتھ نئے مسائل بھی لے کر آتا ہے۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے جہاں بے مثال سہولتیں فراہم کیں وہیں طاقتور اقوام اور بین الاقوامی کارپوریشنز کے لیے ایک ایسا نظام بھی تشکیل دیا جسے ناقدین "ڈیجیٹل نوابادیات" سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ ڈھانچہ ہے جس میں بڑی ٹیکنالوجی کمپنیاں دنیا بھر کے ممالک پر ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کے ذریعے غلبہ قائم کرتی ہیں۔ یہ ادارے صرف ڈیٹا کے کنٹرول تک محدود نہیں رہتے بلکہ زبانوں، ثقافتوں اور فکری ترجیحات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو یا دیگر غیر استعماری زبانوں میں تخلیق کردہ مواد ان پلیٹ فارمز پر انگریزی یا سرمایہ دارانہ منڈی کی زبانوں کے برابر نمائش نہیں حاصل کر سکا۔ اسی طرح سرچ انجن کے الگورتھمز عموماً ان زبانوں اور موضوعات کو ترجیح دیتے ہیں جو عالمی منڈی کے سرمایہ دارانہ مفاد سے ہم آہنگ ہوں یا ان کی ترجیحات کے مطابق ہوں۔ "ڈیجیٹل نوآبادیات" کو استعمار کے نئے چہرے کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ماضی میں نوآبادیات نے زمینوں، وسائل اور اجسام پر قبضہ کیا تھا اور آج وہی عمل ڈیٹا، زبان اور فکر کی سطح پر جاری ہے۔ اس طرح ڈیجیٹل طاقت نے استعمار کو براہِ راست عسکری یا جغرافیائی قبضے کے طور پر نہیں بلکہ تکنیکی اور فکری غلبے کی صورت میں برقرار رکھا ہوا ہے۔ جس کے اثرات ترقی پذیر معاشروں میں زیادہ قوی محسوس کیے جاتے ہیں۔

اردو زبان پر ڈیجیٹل نوآبادیات کے اثرات نہایت گہرے اور دوررس ہیں۔ اگرچہ "اردو" اب دنیا کی بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہے لیکن ڈیجیٹل دنیا میں اس کی حیثیت ثانوی اور کمزور دکھائی دیتی ہے۔ گوگل ٹرانسلیٹ، یوٹیوب سب ٹائٹلز اور دیگر پلیٹ فارمز پر "اردو" کی نمائندگی اکثر ناقص

اور غیر معیاری رہتی ہے جبکہ اس کے برعکس انگریزی زبان کو عالمی معیار کا درجہ حاصل ہے۔ یہ عدم توازن صرف ترجمے یا ٹیکنالوجی تک محدود نہیں بلکہ سماجی سطح پر بھی اثر انداز ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر "رومن اردو" کا فروغ اردو رسم الخط کے لیے ایک بڑا چیلنج بن کر ابھرا ہے۔ نوجوان نسل کی بڑی تعداد اردو کو اصل رسم الخط میں لکھنے کے بجائے رومن حروف میں اظہار کو ترجیح دیتی ہے۔ اس رجحان کے پیچھے کئی عوامل کار فرما ہیں جن کا مختصر احوال درج ہے۔ موبائل فون، کمپیوٹر اور مختلف ایپلیکیشنز کا زیادہ تر داخلی دروازہ یعنی "کی بورڈ" انگریزی زبان اور رومن رسم الخط پر مبنی ہے جس کی وجہ سے نوجوان سہولت اور تیزی کے پیش نظر اردو کو رومن میں لکھنے لگتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں انگریزی زبان کی سماجی حیثیت زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے اندر ماڈرن نظر آنے کی خواہش بھی زیادہ ہے۔ تعلیمی و سرکاری سطح پر انگریزی کو فوقیت ملنے جیسے عوامل نے اس رجحان کو مزید تقویت دی ہے۔ اس لئے نوجوانوں طبقے کے ذہن میں یہ تصور راسخ ہو چکا ہے کہ رومن رسم الخط زیادہ سہل، باوقار اور عصر حاضر کی ضرورت ہے جبکہ اردو رسم الخط مشکل اور قدیم دکھائی دیتا ہے۔ یہ صورتِ حال دراصل لسانی نئی نوآبادیات (Linguistic Neo-Colonialism) کی ایک شکل ہے۔ جس میں مقامی زبان اپنی اصل رسم الخط اور تہذیبی بنیادوں سے کٹ کر نوآبادیاتی اثرات کے تحت ایک اجنبی رسم الخط میں ڈھلتی جا رہی ہے۔ عالمی ڈیجیٹل پلیٹ فارمز رومن رسم الخط کو سہولت اور جدیدیت کے نام پر فروغ دیتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اردو کی اصل خطاطی، جمالیات اور تہذیبی ورثہ پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رومن رسم الخط میں اردو لکھنا محض سہولت نہیں بلکہ زبان کی شناخت اور اس کی تاریخی طاقت کو کمزور کرنے کا عمل ہے۔ جس سے نہ صرف زبان کی جمالیاتی خوبصورتی متاثر ہو رہی ہے بلکہ کلاسیکی اور جدید ادب کے درمیان ایک خطرناک خلا بھی پیدا ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "نستعلیق اردو زبان کا جسم و جان ہے۔ رسم الخط ثقافت کی شناخت ہے۔ اردو رسم الخط میں ایک تہذیبی انفرادیت پوشیدہ ہے جو زبان کی پہچان بناتی ہے۔"(5)

رومن رسم الخط کو اردو پر مسلط کرنا دراصل ایک استعماری چال تھی جس کا مقصد زبان کی اصل شناخت اور تہذیبی ورثے کو کمزور کرنا تھا۔ یہ طریقہ کار اردو رسم الخط کو پس منظر میں دھکیل کر ایک نئی فکری غلامی پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔ جس کے بارے میں محمد سجاد مرزا لکھتے ہیں:

> "اردو رسم الخط محض لکھنے کا ذریعہ نہیں بلکہ تہذیبی اور ادبی ورثے کی پہچان ہے۔ اگر رسم الخط کو بدلا جائے تو اردو زبان اپنی اصل روح اپنے کلاسیکی ادب اور اپنی صدیوں پرانی روایت سے کٹ جائے گی۔ رسم الخط کو برقرار رکھنا دراصل زبان کے وجود کو برقرار رکھنے کے مترادف ہے۔"(6)

اردو ادب ہمیشہ اپنی مزاحمتی روایت کے سبب ممتاز رہا ہے۔ برطانوی استعمار کے دور میں یہ مزاحمت آزادی اور شناخت کی تحریک کی صورت میں سامنے آئی تھی اور آج یہ عصر حاضر ڈیجیٹل نوآبادیاتی عہد میں یہی روایت نئے اور بدلتے ہوئے انداز میں جاری ہے۔ سوشل میڈیا پر لکھاری اپنی تخلیقات کے ذریعے ان طاقتوں کو چیلنج کر رہے ہیں جو زبان کو محض منڈی کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز انگریزی اور رومن رسم الخط کو ترجیح دیتے ہیں تاہم اردو ادب نے اپنی خطاطی اور تہذیبی جمالیات کو محفوظ رکھنے کے لیے نئے راستے اختیار کیے ہیں۔ نوجوان لکھاری آن لائن بلاگز اور ویب سائٹس پر اردو رسم الخط استعمال کر کے زبان کی بقا کا ثبوت دے رہے ہیں۔ جب کہ ریختہ جیسی ڈیجیٹل لائبریریاں کلاسیکی و جدید ادب کو دنیا بھر تک پہنچا رہی ہیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا پر شاعری اور نثر کو بصری طریقے سے عام کیا جا رہا ہے اور آن لائن مشاعرے و پوڈکاسٹس اردو کے صوتی و ادبی رنگ کو عالمی سطح پر متعارف کرا رہے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ڈیجیٹل نوآبادیات کے دباؤ کے باوجود اردو ادب کی مزاحمتی روایت برقرار ہے اور اب یہ روایت کاغذ سے نکل کر ڈیجیٹل فضا میں ایک نئے، متحرک اور تخلیقی روپ میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری، افسانہ اور ناول میں ڈیجیٹل زندگی کے مسائل، سوشل میڈیا کلچر، شناخت کے بحران اور آزادیِ اظہار کی جدوجہد جیسے موضوعات پر تخلیقات جنم لے رہی ہیں جو فرد کی اس جستجو کو نمایاں کرتی ہیں کہ وہ عالمی ڈیجیٹل سرمایہ داری کے دباؤ میں بھی اپنی شناخت کو محفوظ رکھ سکے۔ حافظ صفوان لکھتے ہیں:

> "رومن چونکہ ایک (بلکہ کئی) باقاعدہ زبانوں کا رسم الخط ہے۔ اس لیے اردو تحریر یا آوازوں کو رومن حروف میں لکھنا رسم الخط کی تبدیلی کہلائے گا"(7)

ڈیجیٹل نوآبادیات کی ایک اہم خاصیت ''الگورتھمک جانبداری'' ہے جس کے تحت سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر موجود الگورتھم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سا مواد زیادہ لوگوں تک پہنچے گا اور کون سا مواد پس منظر میں دب جائے گا۔ اس عمل میں انگریزی زبان کو ہمیشہ فوقیت ملتی ہے جبکہ اردو اور دیگر مقامی زبانیں پس منظر میں چلی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں اردو لکھاریوں کی تخلیقات عالمی سطح پر اپنی ممکنہ رسائی حاصل نہیں کر پاتیں۔ طاقتور زبانیں جیسے انگریزی، ہسپانوی، چینی اور فرانسیسی ڈیجیٹل دنیا میں غالب ہیں۔ جب کہ اردو جیسی زبانوں کو اپنی شناخت اور بقا کے لیے مسلسل مزاحمت کرنا پڑتی ہے۔ "رومن اردو" کی بڑھتی ہوئی روایت نے اصل رسم الخط کے وجود کو مزید خطرے میں ڈال دیا ہے اور ساتھ ہی خودکار ترجمہ کاری نے اردو کے مسائل کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا ہے کیونکہ یہ نظام کسی شہ پارے کا ترجمہ کرتے وقت اکثر اردو کی نحوی و لسانی باریکیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ "الگورتھمک جانبداری" نے بھی مسائل پیدا کیے ہیں۔ الگورتھم دراصل اصولوں اور ضابطوں کا ایک ایسا مرحلہ وار طریقہ ہے جو کسی مسئلے کو حل کرنے یا کسی کام کو مکمل کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ جیسے کھانا پکانے میں پہلے چاول دھونا، پھر پانی ڈالنا، ابالنا اور دم دینا ایک واضح ترتیب ہے اسی طرح کمپیوٹر اور مشینیں بھی انہی منطقی مراحل پر عمل کرتی ہیں۔ گوگل سرچ کے نتائج، سوشل میڈیا پر خبریں اور پوسٹس اور بینکنگ کے حسابی نظام سب انہی الگورتھمک اصولوں کے تحت چلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان اصولوں میں جھکاؤ شامل ہو جائے تو یہ پورے لسانی اور ثقافتی ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں اور یوں اردو ادب اور زبان کو ایک نئے نوآبادیاتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے نایاب، میتھیو، رائٹ، ایلیسن، چوئی اور گیولم لکھتے ہیں:

> "Also, the predominant use of Western languages by GenAl can marginalize non-dominant languages, making educational content less accessible to speakers of indigenous languages...overshadowing marginalized indigenous knowledge and practices."
>
> "اسی طرح، مصنوعی ذہانت میں مغربی زبانوں کے غلبے سے غیر غالب زبانیں حاشیے پر چلی جاتی ہیں، نتیجتاً مقامی زبانوں کے بولنے والوں کے لیے تعلیمی مواد تک رسائی محدود ہو جاتی ہے۔۔۔ اور یوں یہ عمل ان علم و فنون اور روایات کو بھی دبا دیتا ہے جو پہلے ہی نظر انداز کیے گئے اور حاشیے پر ڈالے گئے تھے۔"(8)

ڈیجیٹل عہد نے اردو زبان و ادب کے لیے نئے امکانات کے ساتھ باریابی کے دروازے کھولے۔ ماضی میں کسی شاعر یا ادیب کی آواز مخصوص جغرافیائی و سماجی حدود تک محدود رہتی تھی لیکن آج کے عہد میں ایک تحریر یا نظم لمحوں میں لاکھوں قارئین تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔ اسی طرح آن لائن جرائد، بلاگز اور ڈیجیٹل کتب خانے اردو ادب کو نئی زندگی عطا کر رہے ہیں۔ ''ریختہ'' جیسے پلیٹ فارمز اس کی روشن مثالیں ہیں جو نہ صرف کلاسیکی ذخیرۂ ادب کو محفوظ کیے ہوئے ہیں بلکہ جدید نسل کے لیے اردو کو نئے اور دلکش اسلوب میں بھی پیش کر رہے ہیں۔ یہ صورت حال اس حقیقت کی غماز ہے کہ ڈیجیٹل نوآبادیات جہاں ایک طرف زبان و ادب کے لیے خطرات پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف مزاحمت اور تخلیق

امکانات کو بھی فروغ دیتی ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی نقطہ اس بات کا پتہ چلانا ہے کہ اردو ادب ان ڈیجیٹل چیلنجز کا سامنا کس حکمتِ عملی سے کر رہا ہے اور اپنی لسانی و تہذیبی شناخت کو کس طرح برقرار رکھے ہوئے ہے۔

سوشل میڈیائی دور میں اردو ادب کی لسانی اور فکری مزاحمت نئی جہتوں میں سامنے آ رہی ہے۔ اردو ہمیشہ سے مزاحمتی روایت کی حامل رہی ہے اور جس دور میں بھی طاقت کے مراکز نے زبان، فکر یا تہذیب پر غلبہ پانے کی کوشش کی اس نے اپنی تخلیقی اور فکری قوت سے اس کا جواب دیا۔ ماضی میں یہ مزاحمت استعماری قوتوں کے خلاف تھی جبکہ آج یہ جدوجہد ڈیجیٹل نو آبادیات کے خلاف جاری ہے۔ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر ایک طرف رومن اُردو کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اصل رسم الخط کو خطرے سے دوچار کیا ہے تو دوسری طرف اس کے تحفظ کے لیے آن لائن تحریکیں اور سرگرم گروہ میدان عمل میں ہیں جو صرف اردو رسم الخط میں لکھے گئے مواد کو فروغ دیتے ہیں۔ اسی سلسلے میں "اردو کی بورڈ ایپس" اور "آن لائن لغات" نے بھی سہولیات فراہم کی ہیں جس نے زبان کو ڈیجیٹل دنیا میں زندہ رکھنے کی جدوجہد کو تقویت دی ہے۔ اسی طرح ڈیجیٹل لائبریریاں اور ای-کتب جیسے پلیٹ فارمز مثلاً ریختہ اور اردو پوائنٹ نہ صرف کلاسیکی ادب کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں بلکہ نئی تخلیقات کو بھی دنیا کے سامنے لا رہے ہیں جو اردو کی مزاحمتی قوت کا مثبت پہلو ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل بھی سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع جیسے یوٹیوب، انسٹاگرام اور ٹک ٹاک کے ذریعے اردو رسم الخط اور اس کے جمالیاتی پہلوؤں کو اجاگر کر رہے ہیں۔ خطاطی، آواز اور شاعری کی نئی صورتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اردو زبان اپنی اصل شناخت کے تحفظ کے لیے ڈیجیٹل دنیا میں مسلسل مزاحمت کر رہی ہے۔ ڈاکٹر تقویم الحق، ڈاکٹر شہاب الدین اور ڈاکٹر محمد سلیمان لکھتے ہیں:

> "Modern technology has significantly contributed to the promotion and development of Urdu language and literature. … However, technological advancements have also presented certain challenges, including issues related to machine translation, the dominance of Roman Urdu, and the quality of online Urdu content."

> "جدید ٹیکنالوجی نے اردو زبان و ادب کے فروغ میں بے پناہ حصہ ڈالا ہے۔... تاہم، اس ترقی نے کچھ مسائل بھی پیش کیے ہیں، جیسے کہ مشین ترجمے کی ناکامی، رومن اردو کی اجارہ داری، اور آن لائن اردو مواد کے معیار میں کمی۔"(9)

فکری مزاحمت کی صورتوں کو اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو ادب اور اہلِ قلم نے ڈیجیٹل نو آبادیات کے خلاف اپنی جدوجہد کو نئے انداز میں آگے بڑھایا ہے۔ استعماریت مخالف بیانیے کے ذریعے سرمایہ دارانہ اور سامراجی نظام پر تنقید کی جا رہی ہے جبکہ آزادیِ اظہار کے لیے سوشل میڈیا نے ایک نسبتاً آزاد پلیٹ فارم فراہم کیا ہے جہاں لکھاری اپنی بات کو نئے اسلوب اور علامتی زبان کے ذریعے پیش کرتے ہیں تاکہ روایتی سنسر شپ سے بچ سکیں۔ طنز و مزاح بھی اس مزاحمت کا اہم ہتھیار ہے جو میمز، طنزیہ شاعری اور مختصر ویڈیوز یعنی ٹک ٹاک کے ذریعے نوجوان نسل میں تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوامی ادب اور آن لائن بیانیے نے ادب کو اشرافیہ کی حدود سے نکال کر عام طبقے تک رسائی دلوائی ہے جس سے طاقت کے پرانے ڈھانچوں کو مسابقتی صورتحال کا سامنا ہے۔ ریختہ، اقبال سائبر لائبریری، اردو پوائنٹ، ادارہ اردو، بساطِ گفتگو اور دیگر آن لائن پلیٹ فارمز نے اس مزاحمت کو منظم شکل دی ہے اور اردو کے کلاسیکی و جدید سرمایہ کو محفوظ کر کے عالمی سطح تک پہنچایا ہے۔ اسی طرح فیس بک گروپس، یوٹیوب چینلز، ٹک ٹاک، واٹس ایپ اور دیگر سوشل میڈیا فورمز نے ادب کو ایک

مکالماتی اور جمہوری فضا فراہم کی ہے جو فکری مزاحمت کی علامت ہے۔ اگرچہ ڈیجیٹل سنسر شپ اور نو آبادیاتی ڈھانچوں کی رکاوٹیں موجود ہیں مگر اردو ادب نے اپنی جمالیاتی اور فکری پہچان کو زندہ رکھتے ہوئے مزاحمت کی ایسی زبان تراشی ہے جو نہ صرف زندہ ہے بلکہ ارتقاپذیر بھی ہے۔

"موجودہ ڈیجیٹل دور میں میمز نہ صرف طنزیہ تفریح کے ذرائع ہیں، بلکہ پاکستانی صارفین کے لیے طاقت کے خلاف احتجاج اور حکومتی بیانیات کی مزاحمت کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہیں۔ یہ میمز ایک غیر متحرک ماحول میں بھی مواقع فراہم کرتی ہیں جہاں نوجوان اور ڈیجیٹل کارکن سنسر شپ سے بچ کر سیاسی اور سماجی اظہار خیال کر سکتے ہیں۔"(10)

سیاسی اور ثقافتی میمز نے اردو زبان و ادب کو ایک نئی جہت عطا کی ہے جہاں طنز و مزاح کے سہارے وہ اظہارِ خیال کا مزاحمتی وسیلہ بن گئی ہیں جو براہِ راست سرمایہ دارانہ اور سامراجی نظام کی چیرہ دستیوں کو نمایاں کرتی ہیں۔ سنسر شپ اور حکومتی جبر کے سخت حصاروں سے بچتے ہوئے یہ میمز خاص طور پر نوجوان نسل اور ڈیجیٹل دنیا میں محفوظ اور تیز رفتار واسطہ فراہم کرتی ہیں جس کے ذریعے وہ اپنے احتجاج کو برملا بیان کر سکتے ہیں۔ علامتی اشاروں، بصری زبان اور مزاحیہ طنز کے امتزاج نے اس صنف کو نہ صرف اظہار کی تازگی بخشی ہے بلکہ ایک ایسا نیا اور بھرپور بیانیہ بھی تراشا ہے جو معاصر اردو ادب میں مزاحمت اور تخلیقی جدوجہد کی علامت بن کر ابھرا ہے۔ ڈیجیٹل نو آبادیات اردو زبان و ادب کے لیے ایک نئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسے ماضی میں سیاسی اور عسکری طاقتوں نے زبانوں کو دبانے اور تہذیبوں کو مٹانے کی کوششیں کیں ویسے ہی آج مختلف ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے الگورتھمز اور پالیسیز اردو کے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہیں یعنی رومن اردو کے فروغ کے مقابلے میں خاص طور پر اردو رسم الخط کا بحران اسے پس منظر میں لے جا رہا ہے جو کہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے۔ اس کے باوجود اردو ادب اپنی تاریخی مزاحمتی روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ماضی میں حالی، اکبر الہ آبادی اور اقبال نے استعمار کے خلاف ادبی مزاحمت کی اور آج کے دور میں یہی روایت سوشل میڈیا، آن لائن لائبریریوں اور بلاگز کے ذریعے آگے بڑھ رہی ہے۔ اردو ادب نے نہ صرف فکری مزاحمت کو زندہ رکھا ہے بلکہ ڈیجیٹل دنیا میں اپنی نئی جہت بھی تراشی ہے۔ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز نے ادب کو چند مخصوص حلقوں تک محدود رکھنے کے بجائے عوامی سطح پر عام کر دیا ہے۔ اردو ادب نے سب کو اظہار رائے کا موقع دیا لیکن یہ فضا عارضی اور غیر پائیدار ہے کیونکہ انہی پلیٹ فارمز کی پالیسیز کسی بھی وقت اظہارِ رائے اور لسانی آزادی کو محدود کر سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیجیٹل نو آبادیات اور اردو ادب کے درمیان کشمکش صرف ایک لسانی مسئلہ نہیں بلکہ تہذیبی اور فکری جنگ ہے۔ اس جنگ میں اردو زبان اور ادب کی بقا اس وقت ممکن ہے جب رسم الخط کی حفاظت، ادبی مزاحمت کی روایت کا تسلسل اور ادارہ جاتی کوششیں مل کر ایک مضبوط فکری محاذ تشکیل دیں۔

اردو ادب اور ڈیجیٹل نو آبادیات کے باہمی تعلق کا مطالعہ اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ مسئلہ صرف لسانی سطح تک محدود نہیں بلکہ تہذیبی و فکری شناخت کا مسئلہ بھی ہے۔ ڈیجیٹل دور نے ایک طرف اردو کے لیے نئے امکانات پیدا کیے ہیں جن میں آن لائن لائبریریوں، بلاگز اور عوامی مکالموں کے ذریعے اظہار کی نئی جہتیں شامل ہیں تو دوسری طرف اس زبان کو رسم الخط کے بحران، الگورتھمک جھکاؤ اور سرمایہ دارانہ بیانیے جیسی مشکلات کا سامنا بھی ہے۔ کیونکہ یہ بیانیہ ادب کو منڈی اور منافع کے اصولوں کے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے تاہم اردو ادب کی مزاحمتی روایت نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ زبان اپنی تخلیقی اور فکری قوت کے ذریعے نہ صرف نئے حالات کو اپنانے کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ غالب بیانیوں کے متبادل فکر بھی پیدا کر سکتی ہے۔ مستقبل میں اس جدوجہد کو مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ درج ذیل نکات کو متشکل کیا جائے۔ اردو کو ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے بنیادی ڈھانچے میں شامل کرتے ہوئے اس کے رسم الخط کے تحفظ کے لیے تعلیمی و تکنیکی اقدامات اختیار کرنے کے علاوہ عالمی سطح پر اس کے تعارف و فروغ کے لیے ادارہ جاتی پالیسیز وضع کی جائیں اور سوشل میڈیا پر ابھرنے والی ادبی و فکری تحریکوں کو تحقیقی بنیادوں

پر دستاویزی شکل دی جائے۔ اس تناظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈیجیٹل نو آبادیات کے موجودہ دور میں اردو ادب کی جدوجہد صرف زبان کی بقاء کے لیے نہیں بلکہ اس پوری تہذیبی شناخت اور فکری ورثے کی حفاظت کے لیے ہے جس کی نمائندگی اردو کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. Macaulay, Thomas Babington. Minute on Indian Education, 2 February 1835. para 34
2. Kwame Nkrumah, Neo-Colonialism: The Last Stage of Imperialism, Introduction page 2
3. Baron, N. Always On: Language in an Online and Mobile World. Oxford: Oxford University Press, pp. 55-57.
4. Nazish Mehmood, “Editorial and algorithmic biases impacting Pakistan’s digital landscape,” South Asia Monitor, February 1, 2025.
   Link: https://www.southasiamonitor.org/medley/editorial-and-algorithmic-biases-impacting-
   pakistans-digital-landscape
5. فتح پوری، ڈاکٹر فرمان تدریس اردو اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان 1998ء، ص 47
   Link: urdu.atup.org.pk
6. مرزا، محمد سجاد، "اردو رسم الخط"، قومی، زبان اسلام آباد، 1989، ص 157
7. حافظ صفوان محمد چوہان، "اردو کے ہند فاربی رسم خط کا ارتقاء اور "رسم الخط" کی تدوین، "اردو اطلاعات اور سائبر دنیا"، اردو سائنس بورڈ لاہور، 2021ء، ص 9
8. Nyaaba, Matthew; Wright, Alyson; Choi, Gyu Lim. Generative Al and Digital Neocolonialism in Global Education: Towards an Equitable Framework. arXiv preprint arXiv:2406.02966, June 2024
9. Taqweem ul Haq, Dr., Shahab ud Din, Dr., Muhammad Salman, Dr., “The Role of Modern Technology in the Promotion of Urdu Language and Literature”, Journal of Religion and Society
10. Zaib, Shaista, Fouzia Malik, and Zahida Hussain. "Memes as Resistance: A Discourse Analysis of Political and Cultural Memes in Pakistan." The Critical Review of Social Sciences Studies, vol. 3, no. 2, 2025, pp. 582-590.
    Link: The Critical Review of Social Sciences Studies

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Macaulay, Thomas Babington. Minute on Indian Education, 2 February 1835. para 34
2. Kwame Nkrumah, Neo-Colonialism: The Last Stage of Imperialism, Introduction page 2
3. Baron, N. Always On: Language in an Online and Mobile World. Oxford: Oxford University Press, pp. 55-57.
4. Nazish Mehmood, “Editorial and algorithmic biases impacting Pakistan’s digital landscape,” South Asia Monitor, February 1, 2025.
   Link: https://www.southasiamonitor.org/medley/editorial-and-algorithmic-biases-impacting-pakistans-digital-landscape
5. Fatah Puri, Dr. Farman. Tadrees-e-Urdu. Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 1998, p. 47 .
   Link: urdu.atup.org.pk
6. Mirza, Muhammad Sajjad. Urdu Rasam-ul-Khat. Qaumi Zaban, Islamabad, 1989, p. 157.
7. Hafiz Safwan Muhammad Chauhan. “Urdu ke Hind-Farsi Rasam-ul-Khat ka Irtiqa aur ‘Rasam-ul-Khat’ ki Tadwin.” Urdu Itlaat aur Cyber Duniya. Urdu Science Board, Lahore, 2021, p. 9.

8. Nyaaba, Matthew; Wright, Alyson; Choi, Gyu Lim. Generative Al and Digital Neocolonialism in Global Education: Towards an Equitable Framework. arXiv preprint arXiv:2406.02966, June 2024
9. Taqweem ul Haq, Dr., Shahab ud Din, Dr., Muhammad Salman, Dr., “The Role of Modern Technology in the Promotion of Urdu Language and Literature”, Journal of Religion and Society
10. Zaib, Shaista, Fouzia Malik, and Zahida Hussain. "Memes as Resistance: A Discourse Analysis of Political and Cultural Memes in Pakistan." The Critical Review of Social Sciences Studies, vol. 3, no. 2, 2025, pp. 582-590.
 Link: The Critical Review of Social Sciences Studies